درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی خلق النبی صلی الله علیه وسلم

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا بیان

○ حدثنا قتيبة، أخبرنا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت عن أنس قال: خدمت رسول الله ﷺ عشر سنين فما قال لي أف قط وما قال لشئي صنعته لم صنعته؟ ولا لشئي تركته لم تركته؟ وكان رسول الله ﷺ من أحسن الناس خلقا وما مسست خزا قط ولا حريرا ولا شيئا كان ألين من كف رسول الله ﷺ. ولا شممت مسكا قط ولا عطرا كان أطيب من عرق رسول الله ﷺ، وفي الباب. عن عائشة والبراء هذا حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی مجھے کلمہ زجر نہیں کہا۔ (یعنی کبھی مجھے نہیں ڈانٹا) اور جو بھی کام میں نے کیا، کبھی اس کے بارے میں نہیں فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا؟ اور جو بھی کام میں نے چھوڑ دیا۔ تو کبھی بھی اس سے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں چھوڑا؟ اور جناب رسول اللہ ﷺ، سارے لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے اور میں نے کسی بھی قسم کے ریشمی کپڑے یا کسی بھی اور چیز کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کبھی بھی کوئی مشک یا عطر نہیں سونگھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: اس روایت میں حضرت اُنس رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حسنہ بیان

فرمائے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ سے متعلق بر وصلہ کے ابتدائی ابواب میں مختلف احادیث ذکر ہوئے ہیں۔تفصیل بھی وہاں مذکور ہے۔اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

عشر سنین : اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔اور مسلم کی ایک روایت میں نو سال مذکور ہے، دونوں کی تطبیق یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال گزارے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ پہلے سال کے درمیان میں خادم بن گئے۔ پس جس روایت میں نو سال مذکور ہیں اس میں کسر کو چھوڑ کر مکمل سال حساب کئے گئے ہیں۔اور اس روایت میں دس سال اس لئے ذکر ہوئے کہ کسر یعنی پہلے سال کے بعض حصے کو مکمل سال شمار کر کے حساب لگایا گیا ہے۔لہذا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔اور دونوں کے درمیان کوئی تضاد موجود نہیں ہے۔

نوکر، خادم اور مرید کے ساتھ تسامح اور تساھل کرنا:

وما قال لشئی صنعته لم صنعته الخ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے دوران جو کچھ میں نے کیا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تھے کہ تو نے کیوں ایسا کیا؟ نیز جس خدمت کے کام میں مامور تھا اور میں نے چھوڑ دیا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے تھے کہ آپ نے اس کام کو کیوں چھوڑ دیا؟ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اپنی ذاتی خدمات اور ذاتی آداب کے بارے میں خادم کے ساتھ نہایت ہی تسامح اور تساھل فرمایا کرتے تھے۔

استطاعت کے باوجود نہی عن المنکر چھوڑنا جائز نہیں:

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو بھی خلاف شرع کام کیا، یا فرائض شرعیہ کو چھوڑ دیا تو رسول اللہ ﷺ اعتراض نہ فرماتے تھے کیونکہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اور اعتراض نہ کرنا جائز نہیں ہے اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کا کسی کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔جسے حدیث تقریری کہا جاتا ہے۔پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ اپنے ایک خادم کے خلاف شرع کام کو دیکھ کر آپ ﷺ خاموش رہیں گے؟

نیز اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح بھی موجود ہے کیونکہ دس سال خدمت کے طویل عرصہ میں انہوں نے کسی بھی ایسے محظور کا ارتکاب نہیں کیا جس پر اعتراض کرنے کا رسول اللہ ﷺ کو موقع مل جائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے شرف اور پھر آپ ﷺ کی خدمت کی برکت سے یہ بھی مستبعد نہیں بلکہ عین لائق شان ہے کہ ساری زندگی میں بھی ان سے کوئی ایسا محظور سرزد نہ ہوا ہو جو شرعاً قابل اعتراض ہو۔

حدثنا محمود بن غیلان أخبرنا أبوداؤد أنبانا شعبة عن أبي إسحاق قال سمعت أبا عبدالله الجدلي يقول سألت عائشة عن خلق رسول الله فقالت لم يكن فاحشاً ولا متفحشا ولا صخاباً في الأسواق ولا يجزي بالسيئة السيئة ولكن

یعفو ویصفح ۔ھذا حدیث حسن صحیح و أبو عبداللہ الجدلی اسمہ عبدبن عبد ویقال عبدالرحمن بن عبد ۔

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا' تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو طبعی لحاظ سے فحش گو تھے اور نہ ہی تکلف اور تعمد کے ساتھ فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے ۔اور بدی کا بدلہ بدی کے ساتھ نہ دیا کرتے تھے ۔ بلکہ عفو اور در گزر کرتے تھے ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوعبداللہ جدلی کا نام عبد بن عبد ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبد ہے۔

توضیح وتشریح:

فحش گوئی سے اجتناب۔ لم یکن فاحشا و لا متفحشا جناب رسول اللہ ﷺ فحش گو نہیں تھے اور نہ ہی قصداً تکلف کیساتھ فحش گوئی کرتے تھے ۔یعنی جناب رسول اللہ ﷺ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے اسقدر پاک اور صاف تھے کہ نہ تو آپ ﷺ کی طبیعت اور مزاج میں فحش گوئی تھی کہ بلا قصد اور بلا تکلف فحش گوئی صادر ہو جاتی اور نہ ہی قصد اور تکلف کے ساتھ فحش گوئی کرتے تھے ۔ بلکہ طبعاً و تکلفاً کسی طریقے سے بھی مبارک زبان سے فحش بات نہیں نکلتی تھی ۔ ولا صخابا فی الأسواق اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے تھے ۔یعنی اگر کسی ضرورت کیلئے آپ ﷺ بازار میں چلے بھی جاتے تو بازار میں بازاری لوگوں کی طرح شور نہیں مچاتے تھے۔

حسب ضرورت بازاروں جانے کو خلاف تقویٰ سمجھنا غلط ہے:

بازار میں جانا شان نبوت کے خلاف نہیں ۔ یہ تو جاہل مشرک لوگوں کا خیال تھا کہ پیغمبر ہو تو وہ طعام نہیں کھائے گا' اور بازار میں نہیں جائے گا ۔قرآن کریم نے کفار مکہ کا جناب رسول اللہ ﷺ پر یہ اعتراض ذکر کر کے ان کے اس خیال باطل کی تردید کی ہے اور برملا یہ اعتراف کیا ہے کہ پہلے بھی جو انبیاء کرام ہو گزرے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے (الفرقان) کیونکہ یہ سب انسانی ضرورتیں ہیں اور انبیاء کرام انسانی ضرورتیں پوری کرتے تھے ۔لیکن ان کے پوری کرنے میں خلاف شرع امور سے اجتناب کرتے تھے' پس بازار میں جانا بھی ایک انسانی ضرورت ہے' پس اس ضرورت کو پوری کرنا درست ہے لیکن اس میں خلاف شرع اور خلاف طبع سلیم امور سے گریز کرنا چاہیے ۔مثلاً چیخنا چلانا' شور مچانا' ویسے ہی ہوٹلوں اور دکانوں میں آوارہ پھیرنا' خلاف شرع امور میں شریک ہونا' اور دنیوی مشاغل میں حد سے زیادہ انہماک کرنا وغیرہ۔

عفو اور درگزر: ولا یجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو و یصفح۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے' لیکن عفو اور درگزر کرتے تھے ۔عفو کا تعلق باطن

سے ہے اور صفح یعنی ودرگزر کا تعلق ظاہر سے ہے یعنی جو آدمی رسول اللہ ﷺ سے بدی کرتے تو رسول اللہ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ اس آدمی کو دل سے بھی معاف فرماتے تھے۔ اور ظاہر میں بھی درگزر کرتے تھے۔ اور برائی کرنے والے پر کسی قسم کی ملامت وغیرہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ برائی کے بدلے میں نیکی اور احسان کرتے تھے۔　ے　سلام ان پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

باب ماجاء فی حسن العهد

حدثنا ابو هشام الرفاعی أخبرنا حفص بن غیاث عن هشام بن عروة عن أبیه عن عائشة قالت. ماغرت علی أحد من ازواج النبی ﷺ ماغرت علی خدیجة وما بی أن أکون أدرکتها وما ذاک إلا لکثرة ذکر رسول الله ﷺ لها وإن کان لیذبح الشاة فیتتبع بها صدائق خدیجة فیهدیها لهن هذا حدیث حسن صحیح غریب.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں کسی پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا مجھے حضرت خدیجہ الکبریٰ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے ان کو نہیں پایا (یعنی میں ان کی زندگی حضور ﷺ کے عقد میں نہیں تھی) اور ان پر میری یہ غیرت صرف اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے۔ اور بے شک رسول اللہ ﷺ کسی بکری کو ذبح کرتے تھے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سہیلیوں کو چن چن کر تلاش کرتے تھے اور اس بکری کا گوشت ان کو ہدیہ میں بھیجتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

توضیح وتشریح: حسن العهد سے مراد یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ یا کوئی کسی کے ساتھ پڑوس میں سفر میں یا کمرے اور ہاسٹل میں حسن معاشرت اور اچھے طریقے سے ایسی زندگی گزارے جو کہ یادگار رہے کہ بعد زندگی میں بھی اسی یاد کو تازہ رکھا جائے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ: ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مالدار خاتون تھیں، ان کا پہلا شوہر فوت ہو چکا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے کے وقت ان کی عمر چالیس برس تھی رسول اللہ ﷺ کی عمر اس وقت پچیس سال تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد آپ نے اپنا سارا جناب رسول اللہ ﷺ کو بخش دیا۔ اور انہی کے مال کی بدولت اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو غنی اور مالدار بنا حضرت خدیجہ ان خوش بخت حضرات میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطا ہونے کے پہلے دن نبوت

پیغام ملتے ہی سب سے پہلے بلا چون وچرا ایمان لائیں اور وہ نبوت کی ابتداء میں پیش آنے والی مشکلات میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتی تھیں۔اور ہر پریشانی میں آپ ﷺ کو تسلی دیا کرتی تھیں۔کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ تسلی دینے والی عورت حضرت خدیجہؓ ہیں۔اور جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک بیٹا حضرت ابراہیمؑ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھا۔باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے تھی۔آپؓ کی زندگی میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔آپؓ بڑی صابر، فیاض، علیم، مدبر اور حوصلہ مند تھیں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اوائل نبوت میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی مصاحبت سے اپنے نبی ﷺ کی تسکین وتسلی کا بہترین سامان کیا تھا، آپ کی وفات کا سال عام الحزن (یعنی غم کا سال) سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔آپ کی وفات کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ زندگی بھر آپ کا بہت ذکر خیر کیا کرتے تھے اور آپ کے متعلقین اور سہیلی ساتھیوں کے ساتھ وہی حسن سلوک اور تعلقات برقرار رکھتے تھے جو کہ آپؓ کی زندلی میں قائم تھے۔اور وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقین کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔اور ان کو تحفے اور ہدایا بھیجتے تھے۔اور اسی کا نام ہے حسن العھد۔

بیبیوں کا سوتن وغیرہ پر غیرت کھانا ایک طبعی امر ہے:

ماغرت علی احد من ازواج النبی ﷺ ماغرت علی خدیجة:

اس عبارت میں پہلا لفظ ''ما'' نافیہ ہے اور دوسرا لفظ ''ما'' موصولہ ہے۔مطلب اس عبارت کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر بھی ایسی غیرت نہیں کھائی جو غیرت کہ میں نے حضرت خدیجہؓ پر کھائی۔بعد میں فرماتی ہیں وما بی ان اکون ادرکتھا الخ یعنی حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کی وجہ سے مجھے غیرت وحمیت نہ آتی کیونکہ میرے سامنے تو ان سے کوئی امتیازی سلوک نہیں ہوتا تھا لیکن غیرت آنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے تو اس میں میں ان پر رشک کرتی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو حضرت خدیجہؓ کی اتنی یاد کیوں آتی ہے؟ کہ گویا دنیا میں ان کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔تو حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی عظمت شان کی طرف اشارہ فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان سے میری اولاد تھی۔

معلوم ہوا کہ غیرت اور رشک کھانا ازواج مطہرات جیسے بہتر خواتین سے بھی مستبعد نہیں۔کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے۔ تاہم اس کی وجہ سے غیبت بہتان تراشی اور ظلم میں مبتلا ہونا کاملات کی شان سے بعید ہے۔